# اپنے ہی سائے سے ڈر گیا

یٰسین احمد

آپریشن کامیاب ہو گیا تھا۔

حالاں کہ وہ ایک انتہائی خطرناک آپریشن تھا۔ وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر اس آپریشن کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ سینکڑوں میل دور... کسی دوسرے ملک کی سرزمین سے اپنے مطلوبہ شخص کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ ایک بہادر سپاہی کی نظر اپنے فرض کی تکمیل پر ہوتی ہے۔ آسان ہے یا مشکل' اچھا ہے یا بُرا وہ یہ نہیں دیکھتا' نہیں سوچتا' اوپر سے جو حکم ملتا ہے اُس پر عمل کرتا ہے۔

آپریشن کی تیاریاں شروع سے آخر تک انتہائی خفیہ طور پر انجام دی گئیں۔ فوج کے چند اعلیٰ افسروں اور صدرِ مملکت کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔ رازدارانہ انداز میں آپریشن پر عمل کرنا ضروری تھا۔ جس مطلوبہ شخص کے لئے وہ روانہ ہوئے تھے اُس کی شخصیت متنازعہ تھی۔ آدھی دُنیا اس کو پسند کرتی تھی اور آدھی دُنیا کی نظروں میں وہ ناپسندیدہ تھا۔

اس آپریشن کا انچارج ہنری تھا۔ اُس نے اِس آپریشن کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا تھا۔ روانہ ہونے سے قبل اُس کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو تھے اور نو سال کی بیٹی مسلسل سسکیاں بھر رہی تھی۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ ورنہ جب بھی وہ محاذِ جنگ پر روانہ ہوا تھا بڑے استقلال اور صبر سے اُس کو وداع کیا گیا تھا۔ شاید ماں اور بیٹی دونوں کو احساس تھا کہ وہ ایک خطرناک مہم پر جا رہا ہے۔ وہ بھی مختصر سپاہیوں کے ساتھ۔ اُس نے مسکراتے ہوئے بیوی اور بیٹی کو تسلیاں دی تھیں۔ ان دونوں پر بوسوں کی بارش کرتے ہوئے کہا۔

''پہلی دفعہ میں تم دونوں کو پست ہمت دیکھ رہا ہوں۔ دیکھنا میں کامیاب ہو کر آؤں گا۔''

اُس نے دورانِ ملازمت کئی جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ پھر عراق میں اپنی شجاعت کے جوہر دِکھائے تھے۔ دونوں جگہ وہ اکیلا نہیں تھا۔ فوج کی بھاری جمعیت ہمیشہ ساتھ رہی تھی۔ ٹینک' دبابے' میزائل اور خطرناک ہتھیاروں سے لیس۔ لیکن اس آپریشن کی مہم میں صرف سات فوجی شامل تھے۔ محدود لیکن جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ جدید وضع کا ہیلی کاپٹر پر وہ مہم کے لئے روانہ ہو گئے۔

رات خاموش اور تاریک تھی۔ جب وہ اپنے مطلوبہ شخص کی رہائش گاہ پر اترے۔ عمارت انتہائی عریض اور مضبوط تھی۔ لیکن خفیہ ایجنسیوں کی وجہ سے پوری ٹیم اس عمارت کے چپے چپے سے واقف ہو گئی تھی۔ ان کا مطلوبہ شخص کس کمرے کو بیڈروم کے طور پر استعمال کرتا ہے اس کی بیوی بچے کس کمرے میں آرام کرتے ہیں۔ نوکر اور سیکورٹی کے ملازم کہاں کہاں تعینات رہتے ہیں۔ اس بات سے مہم اچھی طرح واقف تھی۔ داخل ہونے اور فرار کی راہیں بھی ان کے ذہنوں میں واضح تھیں۔ سیکورٹی گارڈ کے چار پانچ جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کے خواب گاہ کا رُخ کیا گیا۔ بے تحاشا گولیوں کی بوچھار نے مضبوط دروازوں کا بھرم منٹوں میں خاک میں ملا دیا۔ وہ دندناتے ہوئے اندر کمرے میں گھس گئے۔

وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اُس کی پگڑی اور عینک قریب میں سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔ اس زوردار آوازوں کو سن کر وہ جاگ گیا۔ اس وقت وہ ایک لمبے سے چوغے میں تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی داڑھی بے ترتیب تھی۔ اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھاڑ کر ٹیم کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر تکیہ کے نیچے سے اپنا ریوالور اُٹھانا چاہا تھا لیکن اس کا موقع نہیں ملا۔ ٹیم کے انچارج نے اس پر تابڑتوڑ گولیاں چلا دیں۔ پہلی گولی سر میں لگی تھی اور دوسری سینے میں۔ وہ لہرا کر بستر پر ڈھیر ہو گیا۔

اُس کے پہلو میں اُس کی بیوی سو رہی تھی۔ ان آوازوں کو سن کر وہ جاگ گئی تھی اور سہم کر چیخنے چلانے لگی۔ مدد کے لئے اپنے سیکورٹی

کو آوازیں دیتی رہی۔ اگر کوئی زندہ ہوتا تو مدد کو آتا۔ باہر سیکورٹی گارڈ کی لاشیں پڑی تھیں۔

ایک فوجی نے لاش کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔عورت لاش کو لے جانے سے روکتی رہی پھر مدافعت پر اتر آئی۔ٹیم کے انچارج نے اُس کو ڈھکیل دیا۔ وہ منت وسماجت کرنے لگی۔ انچارج اُس کی زبان نہیں جانتا تھا۔لیکن اتنا جانتا تھا کہ وہ فریاد کر رہی ہے، گڑ گڑا رہی ہے کیونکہ فریاد کرنے کا طریقہ ساری دُنیا میں یکساں ہے۔

عورت کی فریاد رائیگاں گئی۔

وہ لاش کو لے کر بڑی تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف آئے۔ باہر بدستور خاموشی تھی اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سارا شہر غفلت کی گہری نیند میں ڈوبا ہوا۔ گولیوں اور ہیلی کاپٹر کی آوازیں دور دور تک گونجی تھیں لیکن سارے کا سارا شہر گونگا اور بہرا بنا ہوا تھا۔ یا گونگا اور بہرا بن گیا تھا۔ اس سے ٹیم کو کوئی مطلب نہیں تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تھے اس احساس نے سرور کی کیفیت اُن پر طاری کر دی تھی۔ ہیلی کو پٹر وہاں سے اڑانے سے پہلے ان لوگوں نے اپنے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے بلند کر کے مسرت و کامرانی کا اظہار کیا۔

جس آسانی سے اس مہم پر ان کو کامیابی ملی، اس پر ان کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ حالاں کہ اس شخص کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے لئے اُن کی حکومت پچھلے کئی سالوں سے لگی ہوئی تھی۔فوج کے دستوں کے دستے مہم میں جھونک دیئے تھے۔ کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا گیا تھا پہلے اطلاع ملی تھی کہ وہ ایسے ملک میں روپوش ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں کو ان لوگوں نے کھنگال ڈالا۔ اتنی شدید بمباری تھی کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے تھے۔ اس کے خفیہ ٹھکانے کو تہس نہس کر دیا گیا لیکن وہ ہاتھ نہیں لگا۔ پھر اس کو صحراوں میں گھنے جنگلوں میں تلاش کیا گیا لیکن وہ نہیں ملا۔ بالآخر خفیہ ایجنسیوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ ایک عام شہری کی طرح ایک قلعہ نما مکان میں روپوش ہے۔یہیں پر وہ اس ٹیم کو ہاتھ لگ گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کے بہت دیر بعد اس ٹیم کے انچارج نے اپنے ہیڈ کوارٹر سے ربط پیدا کیا۔ ان کو آپریشن کے کامیاب ہو جانے کی اطلاع دی۔ اُفسروں کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انتہائی مسرور لہجے میں صدر مملکت نے کہا۔ ''گڈ! مجھ کو یقین تھا کہ آپ کامیاب ہوں گے۔ مجھ کو آپ لوگوں پر فخر ہے۔ اب آگے کیا کرنا ہے، یہ آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔''

اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ طئے شدہ پروگرام کے مطابق ہوا تھا۔ٹیم کو ہدایت دے دی گئی تھی اس کو مردہ حالت میں گرفتار کیا جاتا ہے تو کیا کرنا ہے؟ مطلوبہ شخص پر دُنیا کی کسی عدالت میں کوئی مقدمہ نہیں چلا تھا جن لوگوں نے اس کو مجرم گردانا تھا ان ہی لوگوں نے اس کو سزا دی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ایسے لوگ مرنے کے بعد اور خطرناک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کو سپرد آب کر دیا گیا۔ نہ قبر بنی اور نہ کوئی نشان باقی رہا۔

اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی آپریشن کی کامیابی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی۔ میڈیا والوں نے اس خبر کو جنگل کی آگ کی طرح ساری دُنیا میں پھیلا دیا۔ٹیم کا استقبال والہانہ انداز میں کیا گیا۔ ترقی، اعزازات اور عطیوں کی بارش کی گئی۔ٹیم کا انچارج اب قومی ہیرو بن گیا تھا۔

☆☆☆

یکا یک ہنری نیند سے جاگ گیا۔ اس کو محسوس ہوا تھا جیسے کوئی اس کو آواز دے رہا ہے۔ جگا رہا ہے۔ اس کے قریب بیٹھا ہے۔ کھڑا چہرے، سر کے لمبے لمبے بال، بے ترتیب داڑھی اور بڑی بڑی آنکھوں میں ایک وحشت سی تھی۔ وہ وہی تھا جس کو انہوں نے سپرد آب کیا تھا۔ جاگ کر اس نے اپنے اطراف نظریں دوڑائیں۔ روزی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی اور کمرے میں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

جب سے وہ خطرناک مہم سے لوٹا تو ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا۔ ہر وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا

ہے۔وہ جہاں جاتا وہ بھی چلا آتا۔رات کو سوتے ہی اُس کو متواتر آوازیں دے کر جگا دیتا۔اس مہم کو انجام دیئے کئی ہفتہ گزر گئے لیکن وہ اب تک سکون کی نیند سو نہ سکا۔ ہر رات ایک ہی قسم کا سانحہ پیش آتا۔وہ اپنے آپ سے ڈر جاتا۔اس سے بچنے کے لئے ہنری نے مئے نوشی میں شدت پیدا کر دی تھی۔تا کہ بے ہوشی کے عالم میں گہری نیند سو جائے لیکن مشکل سے تھوڑی دیر ہی سوتا کہ کوئی اُس کو جگا دیتا۔دو دن پہلے نیم بیداری کے عالم میں چیخ پڑا تھا۔

''تم کون ہو؟'' آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو...؟''

اُس نے کہا۔''مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہو؟ تعجب ہے' میرے کرتوتوں کا ڈھنڈورا ساری دُنیا میں پیٹے ہو اور مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہو؟ جب جانتے ہی نہیں تھے تو مجھ کو قتل کیوں کیا....کس نے تم لوگوں کے ہاتھوں میں انصاف کا ترازو تھما دیا۔؟''

ہنری نے میدان جنگ میں کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔یہ وہ نہیں جانتا۔کبھی وہ خوف زدہ نہیں رہا اور اس بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔لیکن یہ داڑھی والا سائے کی طرح اُس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ذہن میں ایک بھاری بوجھ سا مسلط تھا۔انسان کی تمام حس ذہن کے تابع ہوتی ہیں۔جب ذہن مفلوج ہو تو ہر حس نا کارہ ہو جاتی ہیں۔

مجامعت بھی اُس کے لئے بے کیف چیز بن کر رہ گئی تھی۔ایک دور تھا گھر آتے ہی بیٹی کی شرارتیں اُس کی ساری کلفتوں کو یکلخت دور کر دیتی تھیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتا تھا۔روزی بانہوں میں آتی تو وہ بے خود ہو جاتا تھا۔لیکن ...اب روزی کے جسم کے نشیب وفراز' گدازیت' سانسوں کی حرارت' بوسوں کی لذت سب اُس کے لئے بے معنی معلوم ہو رہی تھیں۔روزی حیران تھی۔وہ ان دنوں لمبی چھٹیوں پر تھا۔روزی کہیں دور تفریحی مقامات پر لے جانا چاہتی تھی تا کہ ذہنی سکون نصیب ہو۔لیکن ہنری اس کے لئے بھی راضی نہ ہوا۔

روزی نے آنکھیں کھولی تو اس نے دیکھا ہنری دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بیٹھا ہے۔روزی نے آہستگی سے اپنا ایک ہاتھ اُس کی پشت پر رکھ دیا۔''سو جاؤ' کیوں بیٹھے ہو؟ مسلسل جاگنے لگے ہو' کہیں صحت پر نہ بن آئے...؟''

اس نے سر پھیر کر بیوی کو دیکھا۔ایک ڈرپوک بچے کی مانند اس کا چہرہ سہما ہوا تھا۔یقین نہیں آیا یہ وہی ہنری ہے جو محاذ جنگ میں اَن گنت بہادری کے کارنامے انجام دیئے تھے جو قومی ہیرو بنا ہوا تھا۔

اس کی مدھم سی آواز روزی کے سماعت سے ٹکرائی۔''میرے اندر کا انسان اُسی دن مر گیا تھا جب میں نے فوجی وردی پہنی تھی۔ ۱۹'۲۰ سال ہو گئے۔ایک فوجی زندہ ہے۔گونگا' بہرا' بے رحم فوجی....کب تک میں فوجی بن کر زندہ رہوں؟''

ہنری کے لہجے نے روزی کی نیند اُڑا دی۔وہ اُٹھ بیٹھی۔''تم خواہ مخواہ جذباتی ہو رہے ہو۔تم نے وہی کیا جو ایک جانباز' فرض شناس سپاہی کے لئے ضروری ہے۔اب سو جاؤ...اور کچھ مت سوچو.....!''

اُس نے ہنری کو بانہیں پکڑ کر بستر پر لٹا دیا اُس کی آنکھوں کا بوسہ لیا اور اُس کے برابر بستر پر لیٹ گئی۔کچھ ہی لمحوں میں روزی نیند کی گہری آغوش میں کھو گئی۔ہنری نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔لیکن آنکھیں بند کرنے سے نیند کا آنا ضروری نہیں ہوتا۔

صبح وہ جاگی تو ہنری بستر پر موجود نہیں تھا۔وہ اپنے فلیٹ کے ایک دوسرے کمرے میں آئی۔ایک صوفہ پر ہنری ڈھیر تھا۔صوفے سے نیچے کی طرف اُس کا ایک ہاتھ لٹ رہا تھا اور اُسی ہاتھ کی اکڑی ہوئی انگلیوں میں پستول پھنسا ہوا تھا۔ایک فوجی کی حیثیت سے مزید زندہ رہنے کی تاب اب اُس میں نہیں رہی تھی۔

**Yaseen Ahmed**
# 17-2-1159/2, Wahed Colony,
India Function Hall Lane, Post, Yakutpura,
Hyderabad - 500 023. A.P. India.
☎:(040) 24565644 - Cell: 9848642909
E-mail: yaseen_ahmed12@yahoo.com